کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ اور اسرائیلیات

مولانا محمد بلال بربری

اہل علم خصوصاً تفاسیر قرآن سے شغف رکھنے والوں کے لیے کعب احبارؒ کوئی غیر معروف نام نہیں، اسرائیلیات کی روایت کے باب میں کعب احبارؒ کا تذکرہ تقریباً تمام تفاسیر میں کہیں نہ کہیں ضرور موجود ہوتا ہے۔ کعب احبارؒ کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مختلف رویوں کی بنا پر کعب احبارؒ کی شخصیت اور ان کی ثقاہت اہل علم کے ہاں زیر بحث رہتی ہے۔ علامہ کوثری رحمۃ اللہ علیہ نے کعب احبارؒ کے متعلق اسی قسم کے ایک سوال کے جواب میں ایک مضمون تحریر کیا تھا، جو اپنی جامعیت کے ساتھ ساتھ اپنی افادیت میں بھی بھرپور ہے۔ اس مضمون میں ''اسرائیلیات'' کے باب میں ایک فیصلہ کن موقف بیان کیا گیا ہے۔ اس عربی مضمون کا ترجمہ اردو دان طبقے کے فائدے کے لیے پیش خدمت ہے۔ (از مترجم)

قریبی علاقوں کے کچھ فضلاء اہل علم کی خواہش تھی کہ میں مندرجہ ذیل سوال کے جواب کے بارے میں اپنی رائے پیش کروں، چنانچہ اس موضوع کے متعلق میں نے اپنی بساط کے مطابق کچھ تحریر کیا۔ ذیل میں سوال کی عبارت اور پھر اس کے متعلق میرا جواب حاضر خدمت ہے:

سوال:

جنت وجہنم کے متعلق اہل اسلام کے افکار ونظریات پر کعب احبار (یہودی یا مسلمان) کی ذکر کردہ روایات کا کس قدر اثر ہے؟ مثلاً قصۂ اسراء ومعراج کے بارے میں مولائے مسلمانان ابن عباسؓ سے کعب احبار کی ذکر کردہ روایت جس کا ہماری قوم میں خوب شہرہ ہے، اور ''التفسیر الحدیث'' (جلد ثانی) میں بھی موجود ہے؟

جواب:

اب میرا جواب ملاحظہ کیجیے: سائل نے ''التفسیر الحدیث'' سے اپنی مراد واضح نہیں کی، اور نہ ہی اس قصے ہی کو بتایا ہے جو قوم میں مشہور ہے کہ اس کے متعلق کسی طور پر کھل کر بات کی جا سکے، اگر سائل کی مراد اس قصے سے وہ طویل قصہ ہے جس کو ابن جریرؒ وغیرہ مفسرین نے سورۂ اسراء کی تفسیر میں ذکر کیا ہے،

تو اس کی سند میں نہ تو کعبؒ ہیں اور نہ ہی ابن عباس رضی اللہ عنہما، بلکہ اس روایت میں ابوجعفر عیسی بن ماہان رازی ہیں جو اپنے ضعف حافظہ کی وجہ سے معروف ہیں۔ اسی طرح اس روایت میں ابوہارون عمارہ بن جوین اور خالد بن یزید بن ابو مالک ہیں، اور یہ دونوں متہم بالکذب ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان رواۃ کی روایت حجت نہیں ہوسکتی، خاص طور پر اس طویل قصے جیسی روایات میں۔ اس طویل قصے کا کعبؒ سے دور دور کا بھی کوئی تعلق نہیں، مزید یہ کہ جنت وجہنم دونوں ایسے موضوعات ہیں جن کے ذکر سے موجودہ تورات کے نسخے جو آج یہود کے پاس ہیں' خالی ہیں، حتیٰ کہ ان دونوں کے ذکر سے تورات کا خالی ہونا تورات کے محرف ہونے پر واضح دلائل میں سے شمار کیا جاتا ہے، اس لیے کہ یہ تورات جنت وجہنم کے اس اہم موضوع سے خالی ہے، جو انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت کے خاص پہلو ''ایمان بالبعث بعد الموت'' (موت کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کے عقیدے پر ایمان) سے متعلق ہے۔ لہٰذا یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ کعبؒ جنت وجہنم کے متعلق قصے کتب یہود سے نقل کرتے ہوں، بلکہ ''تلمود'' میں تو تناسخ (آواگون) کے متعلق بھی نص موجود ہے، جو تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت کے سراسر منافی عقیدہ ہے۔

رؤیتِ باری تعالیٰ اور کعبؒ وابن عباس رضی اللہ عنہما کا مکالمہ

البتہ معراج کی رات رؤیتِ باری تعالیٰ کے بارے میں جو گفتگو کعبؒ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے درمیان ہوئی ہے، وہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع میں ''سورۃ النجم'' کی تفسیر کے ذیل میں روایت کی ہے، لیکن اس کی سند میں مجالد بن سعید موجود ہیں جو حافظے کے کمزور اور مختلط ہیں۔ اس روایت میں جو شعبیؒ کے الفاظ ہیں، وہ اس روایت کے اتصال کا فائدہ نہیں دیتے ہیں اور کچھ احادیث صحاح بھی اس روایت کے معارض مروی ہیں۔

کعبؒ کا تعارف

یہ کعبؒ جو موضوع بحث ہیں، انہیں ''کعب احبار'' اور ''کعب حبر'' کہا جاتا ہے۔ یہ ''ابن ماتع حمیری'' ہیں۔ یہود کے سرکردہ اہل علم میں سے تھے اور کتب یہود کے بارے میں سب سے وسیع اطلاع رکھتے تھے۔ مخضرمین میں سے تھے جنہوں نے زمانۂ جاہلیت اور زمانۂ اسلام دونوں پائے۔ یمن میں پیدا ہوئے، اور وہیں رہائش پذیر رہے، تا آنکہ وہاں سے ہجرت فرمائی، اور سن ۱۲ ہجری حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلام لائے۔ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے اہل شام کے تابعین میں آپ کو طبقۂ اولیٰ میں ذکر کیا ہے، اور مزید کہتے ہیں کہ: ''آپ دین یہود پر تھے، پھر اسلام لائے اور مدینہ منورہ ہجرت فرمائی، شام کی طرف روانہ ہوگئے اور تاحیات حمص ہی میں رہے۔ سن ۳۲ ہجری حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آپؒ کی وفات ہوئی۔ سن وفات کے بارے میں ایک سے زائد قول ہیں۔

ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ ''الثقات'' میں فرماتے ہیں: آپؒ نے سن ۳۴ ہجری میں وفات پائی، اور

ایک قول کے مطابق سن ۳۳ ہجری میں وفات پائی۔ ۱۰۴ سال زندگی پائی۔ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ابن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کی روایت نقل کی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کعبؓ سے فرمایا: آپ کو عہد نبوی، اور عہد صدیقی میں اسلام لانے سے کیا چیز مانع تھی کہ آپ عہد فاروقی میں اسلام لائے؟ تو کعبؓ نے جواب میں کہا: میرے والد نے میرے لیے تورات کے منتخبات سے ایک کتاب تیار کی تھی اور کہا تھا کہ: ''بس! اس پر عمل کرو''، اور باقی تمام کتب کو مہر بند کر دیا تھا، اور مجھ سے باپ بیٹے کا عہد لیا تھا کہ میں ان کتب سے مہر کو نہ توڑوں، جب میں نے اسلام کے غلبے کو دیکھا تو میں نے سوچا کہ شاید میرے والد نے مجھ سے ان کتب میں کوئی علم چھپا کر رکھا ہے، چنانچہ میں نے اس مہر کو کھولا تو اس میں آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کا تذکرہ موجود تھا، چنانچہ میں مسلمان ہو کر آ گیا۔

اس قصے کی سند میں حماد بن سلمہ ہیں جو مختلط تھے، اور جن کی روایت سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وامام مسلم رحمۃ اللہ علیہ دونوں پرہیز کرتے ہیں۔ البتہ حماد بن سلمہ کی دوسری روایات جو ثابتؒ سے ہیں، وہ چونکہ مرضِ اختلاط کے بعد بھی ویسی ہی تھیں، جیسی مرض اختلاط سے پہلے تھیں، اس لیے وہ روایات بخاریؒ و مسلمؒ نے ذکر کی ہیں۔ نیز اس روایت میں علی بن زید بن جدعان بھی ہیں، جنہیں کئی اہل علم نے ضعیف قرار دیا ہے۔

کعبؓ کی ثقاہت وعدمِ ثقاہت

جمہور اہل علم نے کعبؓ کی توثیق کی ہے، یہی وجہ ہے کہ ضعفاء و متروکین کی کتب میں آپ کو ان کا تذکرہ نہیں ملے گا۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں طبقات الحفاظ میں ذکر کیا ہے، اور ان کا مختصر سا تعارف ذکر کیا ہے۔ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ دمشق میں آپ کا کھل کر تعارف پیش کیا ہے۔ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ''حلیۃ الأولیاء'' میں کعبؓ کے قصص، آپ کے مواعظ، آپ کی مجالس، آپ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نصائح، اور جنت وجہنم کے متعلق آپ کی روایات کو طویل سند کے ساتھ مفصل ذکر کیا ہے، جس سند میں فرات بن سائب بھی ہیں، البتہ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا ماخذ ذکر نہیں کیا۔ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ''الإصابة'' اور ''تھذیب التھذیب'' میں آپ کا تعارف پیش کیا ہے۔ بہر حال نقاد محدثین آپ کی ثقاہت پر متفق ہیں، لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح کی ''کتاب الاعتصام'' میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقولہ نقل کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کعبؓ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''ہم اس کے جھوٹ کا امتحان لیتے ہیں''۔ ''الإصابة'' میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کعبؓ کی تکذیب مروی ہے۔ اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی کعبؓ کو جھوٹ کی طرف منسوب کیا ہے۔

ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ موضوعات کبریٰ (صفحہ: ۱۰۰، طبع ہند) میں فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب مسجد اقصیٰ کی تعمیر کا ارادہ فرمایا تو لوگوں سے مشورہ کیا کہ مسجد کی تعمیر ''صخرہ'' کے

آگے کی جائے یا پیچھے؟ کعبؒ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: امیر المؤمنین! صخرہ کی پچھلی جانب تعمیر کیجیے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے یہودی عورت کے بیٹے! تجھ میں یہودیت سرایت کی ہوئی ہے، میں اس مسجد کو صخرہ کی اگلی جانب تعمیر کروں گا، تاکہ نمازی اس صخرہ کا استقبال نہ کریں، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو اسی طرح تعمیر کیا جس طرح اب تک موجود ہے۔

یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فکر ونظر تھی کہ وہ کعبؒ کو کسی طور یہ موقع نہ دینا چاہتے تھے کہ وہ مسلمانوں کی مسجد میں یہود کے قبلے کی طرف رخ کر سکے۔ کعبؒ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جانب سے اپنے اوپر لگنے والی تہمت کو دل میں رکھا تھا، حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف سازشیوں کے ساتھ بھی کعبؒ کے تعلقات دیکھے گئے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ کعبؒ، اہل کتاب کی کتب سے نقل کردہ روایت باور کرواکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی کہا کرتے تھے کہ وہ عنقریب قتل کیے جائیں گے، حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اہل کتاب کی سابقہ کتب کا کیا تعلق!!! اگر شریعت اسلامیہ میں متہم بالظن کو پکڑنے کی گنجائش ہوتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قتل کے معاملے میں شرعی عدالت حضرت کعبؒ سے بھی تفتیش کرتی۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شکایت کی بنا پر دمشق سے مدینہ منورہ بھیج دیا جانا، کعبؒ کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی مال جمع کرنے اور ذخیرہ کرنے کے بارے میں رائے کی تردید اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا کعبؒ سے یوں خطاب فرمانا: اے یہودی عورت کے بیٹے! یہ تیرے مسائل میں سے نہیں ہے (کہ تو اس پر گفتگو کرے)، یہ واقعات کتب تاریخ میں معروف ہیں۔ اسی طرح یہ بھی ثابت ہے کہ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے کعبؒ کو قصہ گوئی سے منع کیا تھا، یہاں تک کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں اس کی اجازت مرحمت فرمائی۔

مذکورہ بحث کا نتیجہ

ماقبل کی تفصیل سے واضح ہوا کہ حضرت عمرؓ، حضرت حذیفہؓ، حضرت ابوذرؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت عوف بن مالکؓ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کعبؒ پر کلی اطمینان نہیں رکھتے تھے، جب کہ حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم نے کعبؒ سے کچھ روایات بھی نقل کی ہیں، اس لیے کہ تمام اسرائیلیات ایک فیصلہ کن قاعدے کے تحت آتی ہیں کہ ان میں سے جس روایت کی شریعت اسلامیہ تصدیق کرے، اس کی تصدیق کی جائے اور شریعت اسلامیہ جس روایت کی تکذیب کرے، اس کی تکذیب کی جائے، اور اس کے علاوہ دیگر روایات کی تصدیق وتکذیب کے بارے میں توقف کیا جائے۔ صحیح بخاریؒ کی ایک روایت ہے: ’’اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو اور نہ ہی تکذیب، اور یوں کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے، اور اس پر جو ہماری طرف نازل ہوا، اور جو تمہاری طرف نازل ہوا، ہمارا اور تمہارا الٰہ ومعبود ایک ہی ہے، اور ہم اسی کے تابعدار ہیں‘‘۔

یہی وہ درست راہ ہے، جس پر اسرائیلیات کے کسی خطرے کا خوف نہیں ہے، اس لیے کہ

جنھوں نے اسرائیلیات ذکر کیں، انہوں نے اسی نظریے کے ساتھ ذکر کیں کہ یہ اسرائیلیات اس خالص اور سچی کسوٹی پر پرکھی جاسکتی ہیں۔ چنانچہ نہ کعبؓ اور نہ ہی اسرائیلیات کا کوئی اور راوی ہی اسلامی افکار، نظریات اور تعلیمات پر کسی بھی طرح اثر انداز ہوسکتا ہے، جب تک کہ ان کی روایات اس دقیق معیار پر جانچی جاتی رہیں گی۔ اسی بنا پر آپ نے بہت کئی مفسرین کو دیکھا ہوگا کہ وہ ہر نفع بخش روایت کو نقل ضرور کرتے ہیں، تاکہ ان مفسرین کے زمانے میں مروج یہود وغیرہ اہل کتاب سے منقول معارف وروایات کی روشنی میں قرآن کریم کی ذکر کردہ اخبار وقصص کے بعض پہلو واضح ہوجائیں، ساتھ ہی یہ مفسرین ان روایات کی چھان بین بعد میں آنے والے نقاد کے حوالے کرتے ہیں۔ اس طرح اسرائیلیات کے ذکر کرنے کا مقصد ان کے پیش نظر یہ ہوتا ہے کہ کم از کم یہ معارف بعد میں آنے والوں تک پہنچ ضرور جائیں، اس لیے کہ یہ احتمال تو بجا طور پر موجود ہوتا ہے کہ ان اسرائیلیات سے قرآن کریم کے اجمالی بیانات کی وضاحت میں مدد لی جاسکے۔ مفسرین کی یہ غرض نہیں ہوا کرتی کہ ان روایات کو مسلمانوں کی نظر میں حقائق وعقائد کا درجہ دے دیا جائے، جن کے صحیح ہونے کا عقیدہ رکھا جانا ضروری ہو، اور کسی چھان بین کے بغیر ان روایات کو ان کی کمزوریوں کے باوجود قبول کرلیا جائے۔ چنانچہ اسرائیلیات کی تدوین کرنے والوں پر- جب تک کہ ان کا مقصد یہی ہو- کسی قسم کی ملامت وتنقید نہیں کی جاسکتی۔

سلیمان بن عبدالقوی طوفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الاکسیر فی قواعد التفسیر'' میں مفسرین کے اپنی تفاسیر کو اسرائیلیات سے بھر دینے کے بارے میں اعتذار پیش کرتے ہوئے ان کا مقصد یہی بیان کیا ہے۔ ''الاکسیر فی قواعد التفسیر'' مکتبہ قرا حسام الدین جو آستانہ میں واقع ہے، محفوظ ہے۔ انہوں نے مفسرین کے اس طریق کار کی مثال رواتِ حدیث کے طریق کار سے دی ہے کہ جس طرح انہوں نے شروع شروع میں تمام روایات کے بلاکم وکاست نقل کردینے کا اہتمام کیا اور ان روایات کے صحیح وضعیف ہونے کا معاملہ آنے والے ناقدین پر چھوڑ دیا، یہی طرز عمل ان مفسرین نے بھی اختیار کیا ہے۔ یہ عذر واقعی عمدہ ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ باطل اسرائیلیات سے صرف وہی شخص دھوکہ کھا سکتا ہے جو کثیر پہلو مباحث میں بھی اہل علم کی طرف رجوع کیے بغیر ہر ایک سے روایات لے لینے کا عادی ہو۔ مزید یہ کہ اہل علم کی ایک کثیر تعداد نے ان کھوٹی روایات کی، جو امت کو کسی طرح نقصان پہنچا تیں، جانچ کا خصوصی اہتمام فرمایا ہے، چنانچہ انہوں نے تفسیر کو باطل اسرائیلیات سے خالی کرنے کی خدمت بھی انجام دی ہے، جیسا کہ شیخ عبدالحق بن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر ''المحرر الوجیز فی تفسیر کتاب اللّٰہ العزیز'' میں کیا۔ نتیجہ یہ کہ اسرائیلیات اور اسی قسم کی ساری خرافات اسلامی تعلیمات پر کسی طرح اثر انداز نہیں ہوسکتی ہیں۔ البتہ ان سے بعض عوام اور وہ حضرات جو اپنے آپ کو اہل علم سمجھتے ہیں اور اہم مسائل و معاملات میں بھی علماء اور مستند مآخذ کی طرف رجوع کرنے سے اپنے آپ کو مستغنی خیال کرتے ہیں، ضرور متأثر ہوسکتے ہیں۔ اللہ ہی سیدھی راہ دکھلانے والے ہیں۔

www.banuri.edu.pk